# مذاہب عالم کے مقدسات کی تکریم کی قرآنی تعلیمات اور عصری انسانی سماج: ایک تحقیقی مطالعہ

# Qurānic Teachings on Respect for the Sacraments of World Religions and Contemporary Human Society: An Analytical Research Study

ڈاکٹر احمد رضا[i] ڈاکٹر حافظ محمد ارشد اقبال[ii] رابعہ بنت سجاد احمد سعیدی[iii]

## Abstract

Islam is the last and universal religion. Its teachings are based on peace and prosperity. Islam gives human beings the full right to choose any religion. All Human beings are free in religious festivals, preserving their sanctuaries and living in accordance with their culture. The Holy Prophet (PBUH) and the caliphs established the principle that Non-Muslims and their holy books, shrines and sacred sites shall be respected and protected in a Muslim society. Muslim society followed this divine teaching. The lives of Non-Muslims and there sacraments are safe in an Islamic society till today. The core aim of this article is to make a research regarding respect for the Sacraments of Worldly religions in a Muslim Society in the Light of Seerah of the Holy Prophet.

**Key Words**: Respect, Sacraments of World Religions, Muslim Society , Seerah

### موضوع کا تعارف اور اہمیت

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔اس کی تعلیمات قیامت تک کے انسانون کے لیے قابل عمل ،آسان اور عمدہ ہیں۔ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اگرچہ ان کے مذاہب الگ الگ ہیں۔ تمام مذاہب خواہ الہامی ہوں یا غیر الہامی ان کے پیروکار بحیثیت انسان احترام کے حامل ہیں۔اس طرح ان مذاہب کے مقدسات بھی تکریم کے لائق ہیں۔ مسلمانوں کو قرآن مجید نے یہ تعلیمات دی ہیں کہ مذاہب کی مقدس چیزوں کا احترام کیا جائے۔ لیکن عصر حاضر کا انسانی سماج اس سلسلہ میں اعتدال کی بجائے تشدد کی راہ اختیار کرتا جارہاہے۔اس تشدد کا شکار زیادہ تر مسلمان اوران کا دین

i اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فکر اسلامی تاریخ وثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

ii اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

iii ریسرچ سکالر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ مذہبی مقدسات کی اسلامی تعلیمات کو اجاگر کیا جائے،انہیں سمجھا جائے اور اسلامو فوبیا سے جان چھڑائی جائے۔اس مقالہ میں اسی چیز کو تحقیقی اصولوں کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔مقالہ کے اختتام پر نتائج وسفارشات مرتب کی گئی ہیں۔

**اسلام اور مذہبی آزادی**

ہر انسان کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں اس بات کو واضح طور پر صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام انسان امتِ واحدہ بن کر رہتے۔فرمان باری ہے:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ [1]

"اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا اور ان کو اسی لیے پیدا فرمایا اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہو گئی کہ میں ضرور ی جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔"

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"اللہ کی مشیت انسان کے بارے میں یہ ہے ہی نہیں کہ حیوانات اور نباتات اور ایسی ہی دوسری مخلوقات کی طرح اس کو بھی جبلی طور پر ایک لگے بندھے راستے کا پابند بنا دیا جائے جس سے ہٹ کر وہ چل ہی نہ سکے۔اگر یہ اس کی مشیت ہوتی تو پھر دعوت ایمان، بعثت انبیاء اور تنزیل کتب کی ضرورت ہی کیا تھی، سارے انسان مسلم و مومن ہی پیدا ہوتے اور کفر و عصیان کا سرے سے کوئی امکان ہی نہ ہوتا۔لیکن اللہ نے انسان کے بارے میں جو مشیت فرمائی ہے وہ دراصل یہ ہے کہ اس کو انتخاب و اختیار کی آزادی بخشی جائے، اسے اپنی پسند کے مطابق مختلف راہوں پر چلنے کی قدرت دی جائے، اس کے سامنے جنت اور دوزخ دونوں کی راہیں کھول دیں جائیں اور پھر ہر انسان اور ہر انسانی گروہ کو موقع دیا جائے کہ وہ ان میں سے جس راہ کو بھی اپنے لیے پسند کرے اس پر چل سکے تاکہ ہر ایک جو کچھ بھی پائے اپنی سعی و کسب کے نتیجہ میں پائے۔پس جب وہ اسکیم جس کے تحت انسان پیدا کیا گیا ہے، آزادی انتخاب اور اختیار کفر و ایمان کے اصول پر مبنی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی قوم خود تو بڑھنا چاہے بدی کی راہ پر اور اللہ زبردستی اس کو خیر کے راستے پر موڑ دے۔کوئی قوم خود اپنے انتخاب سے تو انسان سازی کے وہ کارخانے بنائے جو ایک سے ایک بڑھ کر بدکار اور ظالم اور فاسق آدمی ڈھال ڈھال کر نکالیں، اور اللہ اپنی براہ راست مداخلت سے اس کو وہ پیدائشی نیک انسان مہیا کر دے جو اس کے بگڑے ہوئے سانچوں کو ٹھیک کر دیں۔اس قسم کی مداخلت خدا کے دستور میں نہیں [2]۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر وشر میں سے کوئی ایک راہ انتخاب کرنے کی مکمل آزادی دے رکھی ہے۔ اگر یہ آزادی انتخاب و اختیار انسان سے چھین لی جائے تو اختلاف کا ہونا ممکن نہیں رہتا۔ اور جب تک یہ آزادی موجود ہے لوگ اختلاف کرتے ہی رہیں گے۔ اگر یہ آزادی انسان سے چھین لی جائے تو انسان کی تخلیق کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ انسان کو خیر وشر کی راہیں سجھا دی گئی ہیں۔ اسی غرض کے لیے انبیاء کرام آئے اور اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائیں۔ لیکن تھوڑے ہی لوگ تھے جنہوں نے اس آزادئ انتخاب و اختیار کا درست استعمال کیا۔ زیادہ لوگ ایسے غلط کار ہی ثابت ہوئے اور گمراہی کی راہیں اختیار کر کے اپنے آپ کو جہنم کا اہل ثابت کیا۔ درج بالا آیت کے مفہوم کو مزید صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام کی حسبِ ذیل آیت میں سمجھا دیا ہے، فرمان ربی ہے:

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ[3]

"اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان کا نگہبان نہیں بنایا، اور نہ آپ ان کے ذمہ دار ہیں۔"

مولانا ابوالکلام آزاد اس آیت کی تفسیر میں راقم ہیں:

" اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو سارے انسانوں کو زبردستی ایک ہی دین کا پابند بنا دیتا لیکن در حقیقت انسان کو دنیا میں بھیجنے کا بنیادی مقصد امتحان ہے۔ اس امتحان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان زور زبردستی سے نہیں، بلکہ خود اپنی سمجھ سے کام لے کر ان دلائل پر غور کرے جو پوری کائنات میں بکھرے پڑے ہیں۔ پھر اپنی مرضی سے توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان لائے۔ انبیائے کرام ان دلائل کی طرف متوجہ کرنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں اور آسمانی کتابیں اس امتحان کو آسان کرنے کے لیے نازل کی جاتی ہیں۔ مگر ان سے فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جن کے دل میں حق کی طلب ہو۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے طرزِ عمل پر مغموم رہتے تھے اس لیے آپ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ اپنا فرض ادا کر چکے ہیں۔ ان لوگوں کے اعمال کی کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے[4]۔"

اسلام چونکہ امن وسلامتی کا دین ہے اس لیے ہر انسان کی مذہبی، معاشرتی اور معاشی آزادی کے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ اپنے افکار و نظریات کو بزورِ طاقت کسی پر مسلط کرنے سے روکتا ہے اور ہر قسم کی ظلم و زیادتی و سرکشی کی کوشش سے منع کرتا ہے۔ اسلام اپنی قبولیت کے لیے نوع انسانی کے کسی بھی فرد کو مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ وہ انسانوں کو حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے اور حق کو پہچاننے کے لیے غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ فرمان ربی ہے:

لَاۤ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ[5]

"دین میں جبر نہیں ہے بیشک ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے۔ سو جو شخص طاغوت سے کفر کرکے اللہ پر ایمان لے آیا تو اس نے ایسا مضبوط دستہ پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے۔"

مولانا اشرف علی تھانوی زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فرمایا کہ ہماری طرف سے دین میں کوئی جبر نہیں ہے بلکہ ہر ایک کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار کو ایمان کے لیے کام میں لائے یا کفر کے لیے کیونکہ ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو گئی ہے اور اس لیے جبر کی ضرورت نہیں کیونکہ اس حالت میں اگر کوئی گمراہی اختیار کرے گا تو وہ خود اپنے کو برباد کرے گا۔ اور جب وہ اپنے آپ کو دیدہ دانستہ تباہی میں ڈال رہا ہے تو کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اسے مجبور کرے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو احکام اور آثار ہدایت اور گمراہی اختیار کرنے کے ہیں وہ ان پر دنیا میں بھی مرتب ہوں گے اور آخرت میں بھی مثلاً مومن کا معصوم الدم ہونا اور کافر کا مباح ہونا وغیرہ وغیرہ[6]۔"

پیر محمد کرم شاہ الازہری درج بالا آیت کی تفسیر میں راقم ہیں:

" اسلام کے دشمنوں نے اسلام پر لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کا جو الزام لگا رکھا ہے۔ قرآن نے پہلے ہی اس کا رد کر دیا تھا کہ دین کے مقاملہ میں جبر واکراہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دین کی بنیاد ہے ایمان اور ایمان کا تعلق ہے دل سے اور دل جبر واکراہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا جانتا ہی نہیں۔ نیز اسلام بحیثیت دین، انسان کی باطنی اور قلبی اصلاح اور درستی کرنا چاہتا ہے۔ اگر کسی کے گلے میں آپ جبراً پھندا ڈال دیں تو کیا اس کی روحانی اصلاح ہو جائے گی اور کیا اسلام کا مقصد حاصل ہو جائے گا اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ایسے شخص کو مسلمان کرنے میں اسلام کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ یہ تو ہوا اس بہتان کا نظری تجزیہ اب آپ عملی پہلو پر نگاہ ڈالئے۔ چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی آج ہندو پاک کے میدانوں میں، مراکش کے صحراؤں میں، ہمالیہ کی چوٹیوں اور بحر اوقیانوس کے دور افتادہ جزیروں میں، یورپ کے ہنگامہ زار شہروں میں اور ایشیا کے بیشتر ممالک میں ہر روز پانچ دفعہ اذان کی آواز گونج رہی ہے۔ کیا جس دین کو ظلم وستم کے خوف سے قبول کیا گیا ہو اس سے لوگوں کی عقیدت کا یہ عالم ہوا کرتا ہے۔ بلکہ یہاں تو اسلام کے متوالوں کو ستایا گیا۔ ان پر ظلم توڑے گئے۔ انہیں تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ پروپیگنڈے کے طوفان امڈ امڈ کر آئے لیکن اپنا سر پٹخ پٹخ کر رہ گئے ان اللہ کے بندوں کو جو عقیدت اپنے رب سے تھی، جو عشق اپنے محبوب اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھا، جو شیفتگی اپنے اس دین برحق سے تھی اس میں کمی نہ ہوئی۔ لیکن ایک اور چیز بھی پیش نظر رہے۔ اسلام جس طرح یہ گوارا نہیں کرتا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا جائے اسی طرح وہ یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کے ماننے والوں پر تشدد کرکے انہیں اسلام سے برگشتہ کرے یا جو خوشی سے اسلام کی برادری میں شریک ہونا چاہتے ہیں ان کو ایسا کرنے سے زبردستی روکا جائے۔ اور اگر کہیں ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اسلام اس وقت اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی حالت میں وہ ظالم قوت کا مقابلہ کریں اور یہی اسلام کا نظریہ جہاد ہے۔ اسلام کے بعض نکتہ چین جہاد کو اکراہ فی الدین سے تعبیر کرتے ہیں اور اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں وہ سن لیں کہ اسلام ان کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے اپنے ماننے

والوں کو دشمنان دین وایمان کے جور وستم کا تختہ مشق بننے کی اجازت نہیں دے گا[7]۔"

مندرجہ بالا آیت کے صریح مفہوم اور مفسرین کی علمی آرا سے درج ذیل نکات مستنبط ہوتے ہیں:

- اسلام ہر شخص کو مذہبی آزادی کا حق دیتا ہے۔
- اسلام ہر شخص کو مذہب کے بارے میں اختیار عطا کرتا ہے۔
- اسلامی تعلیمات قبول کرنے کے لئے کسی غیر مسلم کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔
- مسلمانوں پر اسلام کی تبلیغ فرض تو ہے لیکن اس امر کی اجازت ہر گز نہیں ہے کہ وہ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کریں اور اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں۔
- اسلامی تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے کبھی اپنے ہمسایوں بلکہ محکوم رعایا کو بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو مسلم ریاستوں میں مسجدوں کے ساتھ ساتھ مندر، گوردوارے، چرچ اور عبادت خانے نہ ہوتے۔

## مذہبی شعائر کے احترام کی قرآنی تعلیمات

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے مذہبی شعائر کا احترام کرنے کی تعلیمات دی ہیں اور ان کے نزدیک ان کی مقدس چیزوں کو برا کہنے سے بھی منع کیا ہے۔ فرمان ربی ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ [8]

"اے مسلمانو! تم ان کو برا نہ کہو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، ورنہ یہ بے علمی اور جہالت سے اللہ کو برا کہیں گے"

مولانا مودودیؒ بین المذاہب مقدسات کے احترام کے حوالے سے راقم ہیں:

"ہر وہ چیز جو کسی مسلک یا عقیدے یا طرز فکر و عمل یا کسی نظام کی نمائندگی کرتی ہو وہ اس کا ''شعار'' کہلائے گی، کیونکہ وہ اس کے لیے علامت یا نشانی کا کام دیتی ہے۔ سرکاری جھنڈے، فوج اور پولیس وغیرہ کے یونیفارم، سکے، نوٹ اور اسٹامپ حکومتوں کے شعائر ہیں اور وہ اپنے محکوموں سے، بلکہ جن جن پر ان کا زور چلے، سب سے ان کے احترام کا مطالبہ کرتی ہیں۔ گرجا اور قربان گاہ اور صلیب مسیحیت کے شعائر ہیں۔ چوٹی اور زنار اور مندر برہمنیت کے شعائر ہیں۔ کیس اور کڑا اور کرپان وغیرہ سکھ مذہب کے شعائر ہیں۔ ہتھوڑا اور درانتی اشتراکیت کا شعار ہیں۔ سواستیکا آریہ نسل پرستی کا شعار ہے۔ یہ سب مسلک اپنے اپنے پیرووں سے اپنے ان شعائر کے احترام کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی نظام کے شعائر میں سے کسی شعار کی توہین کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ دراصل اس نظام کے خلاف دشمنی رکھتا ہے، اور اگر وہ توہین کرنے والا خود اسی نظام سے تعلق رکھتا ہو تو اس کا یہ فعل اپنے نظام سے ارتداد اور بغاوت کا ہم معنی ہے۔ ''شعائر اللہ'' سے مراد وہ تمام علامات یا نشانیاں ہیں جو شرک و کفر اور

دہریت کے بالمقابل خالص خداپرستی کے مسلک کی نمائندگی کرتی ہوں۔ ایسی علامات جہاں جس مسلک اور جس نظام میں بھی پائی جائیں مسلمان ان کے احترام پر مامور ہیں، بشرطیکہ ان کا نفسیاتی پس منظر خالص خداپرستانہ ہو، کسی مشرکانہ یا کافرانہ تخیل کی آلودگی سے انہیں ناپاک نہ کر دیا گیا ہو۔ کوئی شخص خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، اگر اپنے عقیدہ و عمل میں خدائے واحد کی بندگی وعبادت کا کوئی جزء رکھتا ہے، تو اس جزء کی حد تک مسلمان اس سے موافقت کریں گے اور ان شعائر کا بھی پورا احترام کریں گے جو اس کے مذہب میں خالص خداپرستی کی علامت ہوں۔ اس چیز میں ہمارے اور اس کے درمیان نزاع نہیں بلکہ موافقت ہے۔ نزاع اگر ہے تو اس امر میں نہیں کہ وہ خدا کی بندگی کیوں کرتا ہے، بلکہ اس امر میں ہے کہ وہ خدا کی بندگی کے ساتھ دوسری بندگیوں کی آمیزش کیوں کرتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شعائر اللہ کے احترام کا یہ حکم اس زمانہ میں دیا گیا تھا جبکہ مسلمانوں اور مشرکین عرب کے درمیان جنگ برپا تھی، مکہ پر مشرکین قابض تھے، عرب کے ہر حصے سے مشرک قبائل کے لوگ حج و زیارت کے لیے کعبہ کی طرف جاتے تھے اور بہت سے قبیلوں کے راستے مسلمانوں کی زد میں تھے۔ اس وقت حکم دیا گیا کہ یہ لوگ مشرک ہی سہی، تمہارے اور ان کے درمیان جنگ ہی سہی، مگر جب یہ خدا کے گھر کی طرف جاتے ہیں تو انہیں نہ چھیڑو، حج کے مہینوں میں ان پر حملہ نہ کرو، خدا کے دربار میں نذر کرنے کے لیے جانور یہ لیے جا رہے ہوں ان پر ہاتھ نہ ڈالو، کیونکہ ان کے بگڑے ہوئے مذہب میں خداپرستی کا جتنا حصہ باقی ہے وہ بجائے خود احترام کا مستحق ہے نہ کہ بے احترامی کا[9]۔"

علامہ غلام رسول سعیدی درج بالا آیت کی تفسیر میں راقم ہیں:

"اس آیت میں کفار کے خداوؤں کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ علما نے کہا ہے یہ حکم اس آیت میں ہر حال میں باقی ہے۔ لہذا جب تک کافر اپنی حفاظت میں ہو اور یہ خدشہ ہو کہ وہ اسلام یا نبی ﷺ یا اللہ عزوجل کو برا کہے گا تو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان کی سلیب کو یا ان کے دین کو یا ان کی عبادت گاہوں کو برا کہے۔ اور نہ کسی ایسے کام کے درپے ہو جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کو یا رسول اللہ ﷺ کو برا کہیں۔ کیونکہ یہ معصیت پر ابھارنے کے قائم مقام ہے[10]۔"

قرآنی تعلیمات اور مفسرین کی آراء سے حسبِ ذیل نکات مستنبط ہوتے ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے مذہبی شعائر کا احترام کرنے کی تعلیمات دی ہیں۔
- ان کے نزدیک ان کی مقدس چیزوں کو برا کہنے سے بھی منع کیا ہے۔
- کسی بڑے فتنہ سے بچنے کے لئے کوئی اچھا کام چھوڑ دینا یا چھوٹا فتنہ گوارا کر لینا بہتر ہے۔
- مسلمانوں کو چاہیے کہ کسی مذہب کے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیں۔ کیونکہ رد عمل کے طور پر وہ معبودِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔
- اگر غیر ضروری عبادت ایسے فساد کا ذریعہ بن جائے جو ہم سے سمٹ نہ سکے، تو اس کو چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ بتوں

کی برائی کرنا اگرچہ عبادت ہے لیکن غیر ضروری ہے۔

- قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق کسی قوم کے پیشواؤں کی نسبت بغرض تحقیر وتوہین دلخراش الفاظ نکالنا منع ہے۔
- کوئی بھی واعظ اس طریقہ سے وعظ نہ کرے جس سے لوگوں میں ضد پیدا ہو جائے اور فساد تک نوبت پہنچے۔
- اگر کسی کے متعلق یہ قوی اندیشہ ہو کہ اسے نصیحت کرنا زیادہ خرابی کا باعث ہو گا تو اسے نصیحت نہ کی جائے۔

## انبیائے کرام کی توہین سے اجتناب کی تعلیمات

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انبیائے کرام محترم ہیں اور ان کی توہین نا قابل معافی جرم ہے۔اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کی اہانت کرنے والوں کا انجام بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔فرمان ربی ہے:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ[11]

"اور بیشک آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا، پس میں نے کافروں کو ڈھیل دی، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا سو کیسا تھا میرا عذاب۔"

ذَلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا[12]

"ان کی سزا جہنم ہے کیونکہ انہوں نے میری آیتوں اور میرے رسولوں کو مذاق بنالیا تھا۔"

رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی توہین کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جرم ہے جس کی سزا دنیا و آخرت کا عذاب ہے۔اس واضح دلیل سورۃ اللھب ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ نے گستاخ ابو لہب کو رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی وعید سنائی۔ابو لہب کا نام عبد العزی تھا۔یہ نبی کریم ﷺ کا علاتی چچا تھا۔اپنے حسن و جمال اور چمکتے ہوئے چہرے کی وجہ سے اس نے اپنی کنیت ابو لہب رکھی تھی۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر اہل مکہ کو دعوت اسلام دی تو ابو لہب نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔اللہ تعالیٰ کو اس گستاخ کی گستاخی، اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سخت ناگوار گزری۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انتہائی غضب اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ[13]

"ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔اس کے مال نے اور اس کی کمائی نے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں جائے گا۔"

اس سورہ مبارکہ کی وعید غزوہ بدر کے ایک ہفتہ بعد پوری ہوئی۔ابولہب کے جسم پر ایک زہریلا چھالا نمودار ہوا جو چند دنوں میں اس کے سارے جسم پر پھیل گیا۔ہر جگہ سے بدبودار پیپ بہنے لگی۔گوشت گل گل کر گرنے لگا۔اس کے بیٹوں نے جب دیکھا کہ اسے ایک متعدی بیماری لگ گئی ہے تو انہوں نے اس کو اپنے گھر سے باہر نکال دیا اور تڑپتے تڑپتے اس نے جان دے دی۔ تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی۔جب اس کے تعفن اور بدبو سے لگ تنگ آ گئے اور اس کے بیٹوں کو لعنت ملامت شروع کی تو انہوں نے چند حبشی غلاموں کو اس کی لاش ٹھکانے لگانے پر مقرر کیا۔انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔سارے اہل مکہ نے دیکھا کہ مصطفی کریم ﷺ نے اپنے رب کی طرف سے ابولہب کی ہلاکت کی جو پیش گوئی کی تھی وہ حرف بحرف پوری ہو گئی۔

امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ توہین انبیا کے مرتکب کو سزائے موت دی جائے گی۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جس نے نبی کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے اس کے صحابہ کو گالی دی اسے کوڑے لگائے جائیں گے[14]۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص کو گرفتار کر کے لایا گیا۔وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

"جو شخص اللہ تعالیٰ یا کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو[15]۔"

پوری دنیا اس بات پر متفق ہے کہ انبیا کرام کی توہین کرنا بہت بڑا جرم ہے۔یورپی یونین کی اعلیٰ عدالت برائے ہیومن رائٹس نے 1996ء میں ایک مقدمے کا فیصلہ دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کو ناقابل معافی جرم قرار دیا۔چنانچہ برطانیہ میں یہ قانون نافذ کیا گیا کہ توہین مسیح کی سزا موت ہے۔اس قانون کو عالمی عدالت انصاف نے بھی تسلیم کیا ہے[16]۔

## خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی شان میں اہل یورپ کا گستاخانہ رویہ

گذشتہ چند سالوں سے یورپ میں آزادیٔ اظہار رائے کی آڑ میں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس کو نشانہ بنایا گیا ہے۔منظم سازش کے تحت آپ ﷺ کے خلاف تحریر و تقریر کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے اور آپ ﷺ کے خاکے بھی شائع کیے گئے ہیں۔ہالینڈ کی سیاسی جماعت فریڈم پارٹی آف ڈچ کے رہنما گیرٹ ویلڈرز نے آزادی اظہار رائے کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہوئے 2018ء میں گستاخانہ خاکوں کا مقابلہ کرانے کا اعلان

کیا۔اس اعلان پر تمام امت مسلمہ سراپا احتجاج ہوئی اور ہالینڈ کی حکومت کو بھرپور رد عمل دیا گیا۔جس کے نتیجے میں ہالینڈ کے وزیر اعظم مارک روٹے نے یہ مقابلہ منسوخ کرنے کا اعلان کیا اور کہا کہ گیرٹ ویلڈرز ہماری حکومت کا رکن نہیں ہے اور نہ ہی مقابلہ کرانے کا فیصلہ حکومت کا ہے[17]۔

## خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی سے متعلق یورپی یونین کی اعلیٰ عدالت برائے انسانی حقوق کا فیصلہ

یورپی یونین کی اعلیٰ عدالت برائے انسانی حقوق نے 2 اکتوبر 2018ء کو آسٹریا کی ایک عورت کی اپیل کو مسترد کرتے ہوئے اس کی سزا کو برقرار رکھا ہے اور کہا:

"پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین آزادی اظہار کی جائز حدود سے تجاوز کرتی ہے۔اس سے تعصب کو ہوا مل سکتی ہے اور مذہبی امن وامان خطرے میں پڑ سکتا ہے[18]۔"

متذکرہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ

- تمام انبیائے کرام کا احترام تمام انسانوں پر لازم ہے۔
- انبیائے کرام کی توہین کرنے والے دنیا و آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔
- امام الانبیا خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی توہین ناقابل معافی جرم ہے۔اس جرم کی سزا موت ہے۔
- دنیا کے کسی بھی مذہب کی عظیم ترین شخصیت کی توہین ناقابل معافی ہے۔
- آزادیٔ اظہار رائے کی آڑ میں مذاہب کی مقدس ترین شخصیات کی توہین کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

## مذہبی عبادت گاہوں کے احترام کی تعلیمات

ہر انسان کو خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اسے اپنی عبادت گاہ سے والہانہ عقیدت ہوتی ہے۔مذاہب کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانا یا انہیں مسمار کرنا نفرت و عداوت کا شعلہ بھڑکاتا ہے۔اس سے لوگوں کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں اور ملک و قوم فساد کا شکار ہو جاتے ہیں۔اسلام چونکہ امن و سلامتی کا دین ہے اس لیے اس کی تعلیمات یہ ہیں کہ مذاہب کی عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے تاکہ دنیا میں امن وامان قائم رہے۔فرمان باری ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ[19]

جن لوگوں کو ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں سے دور کرتا نہ رہتا تو راہبوں کی خانقاہیں اور کلیسائیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں جن میں اللہ کا

بہت ذکر کیا جاتا ہے ان سب کو ضرور منہدم کر دیا جاتا۔ اور جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد فرماتا ہے، بیشک اللہ ضرور قوت والا بہت غلبہ والا ہے۔"

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

"ربانی سیاست کا ایک عالمی اصول بیان فرمایا جا رہا ہے کہ طاقت کا توازن برقرار رکھنے میں ہی تمام بنی نوع انسان کا بھلا ہے۔ اگر قوت و طاقت ایک قوم کے ہاتھ میں دے دی جائے تو دنیا کے امن و سلامتی کا جنازہ نکل جائے۔ طاقتور ہاتھ کمزور اور بے بس قوموں پر بے دریغ ظلم ڈھاتا رہے گا۔ اور اسے کوئی ٹوکنے والا بھی نہیں ہوگا۔ ان کے شہر اور بستیاں کھنڈر بنا دیئے جائیں گے۔ ان کے باغ اور کھیت اجاڑ دیئے جائیں گے۔ ان کی عصمتیں اور آبروئیں پامال کی جاتی رہیں گی اور کوئی اف تک نہ کر سکے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ لوگوں کے مذہبی عبادت خانے جو ان کی عقیدت اور محبت کا مرکز ہیں ان کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی جائیگی اور کوئی دم نہیں مار سکے گا۔ اس لیے حکمت خداوندی کو یہ گوارا نہیں کہ صرف ایک قوم کو دنیا بھر کی زمام اقتدار سونپ دی جائے بلکہ قدرت ہمیشہ طاقت کا توازن برقرار رکھنے کا اہتمام فرماتی رہی ہے اور فرما رہی ہے اگر مسلمانوں پر اب بھی خاموشی سے مظالم برداشت کرنے کی پابندی عائد رہے اور انہیں کفر کی للکار کا جواب دینے کی اجازت نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ طاقت کا توازن بگڑ جائے گا۔ کفر کی طاغوتی قوتیں حق کا نام و نشان بھی نہ چھوڑیں گی اس لیے مظلوم مسلمانوں کو اپنے دفاع کی اجازت دینا ربانی سیاست کے عالمی اصول کے عین مطابق ہے تاکہ وہ اپنے تحفظ کے ساتھ اسلام کے پرچم کو بھی بلند رکھیں تاکہ اس کے سایہ عاطفت میں جتنی قومیں بھی پناہ لیں۔ سب کی جان، مال اور آبرو اور ان کے مذہبی عبادت خانوں کا تحفظ کیا جا سکے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلامی جہاد کے پیش نظر صرف مسلمانوں کا تحفظ ہی مقصود نہیں اور صرف مساجد کی آبادی ہی مطلوب نہیں بلکہ جو قوم اس کے دامن میں پناہ لے گی اسلامی حکومت سب کے تحفظ کی ذمہ دار ہو گی[20]۔"

## مذہبی عبادت گاہوں کے احترام کا نبوی اسوۂ حسنہ

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں غیر مسلموں کے معاشی، تعلیمی اور سیاسی حقوق محفوظ تھے وہیں انہیں مذہبی آزادی کا پورا احق وختیار دیا گیا تھا۔ میثاق مدینہ میں غیر مسلموں کو ریاست مدینہ کی جانب سے یہ ضمانت دی گئی تھی کہ انہیں مکمل مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔ چنانچہ مدینہ کے یہودیوں کو تحریری ضمانت دی گئی کہ وہ اپنے مذہبی معاملات میں آزاد ہوں گے البتہ اگر کسی نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو اس کی ذمہ داری اسی پر عائد ہو گی۔ میثاق مدینہ کی یہ شق حسب ذیل ہے:

"یہود کے لیے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے ان کا دین۔ تاہم جس نے عہد شکنی کی اور گناہ کا مرتکب ہو تو وہ خود ہی اپنے اور اپنے گھر والوں کو ہلاکت میں ڈالے گا[21]۔"

جب نجران کے عیسائی مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ مسجد نبوی میں نماز عصر سے فارغ ہوئے تھے۔ جب ان کی نماز کا وقت ہوا تو وہ مسجد نبوی میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے لگے۔ ان کے اس عمل پر صحابہ کرام پر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

"انہیں ان کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے دو۔ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی [22]۔"

شریعت اسلامیہ کی تعلیم یہ ہے کہ غیر مسلموں کو ان کے مذہب پر برقرار رہنے کی پوری آزادی ہو گی۔ اسلامی مملکت ان کے عقیدہ و عبادت سے تعرض نہ کرے گی۔

ہجرت کے چھٹے سال کوہِ سینا سے متصل سینٹ کیتھرائن [23] کے راہبوں نے نبی کریم ﷺ سے مدینہ منورہ آکر ملاقات کی اور آپ ﷺ سے امان نامہ حاصل کیا۔ یہ امان نامہ سینٹ کیتھرائن کی لائبریری میں موجود ہے جس پر آپ ﷺ کے دست مبارک کا نشان موجود ہے [24]۔ آپ ﷺ نے سینٹ کیتھرائن کے راہبوں اور ان کی عوام کو مذہبی آزادی کا مکمل حق عطا کیا۔ اس امان نامہ میں ہے:

"جو منقولہ و غیر منقولہ اشیا ان کے گرجا گھروں، طریقہ عبادت اور رہبانیت کی ان کے تحت ہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہمسایہ ہیں، وہ سب ان عیسائیوں کی رہیں گی۔ کسی پادری کو اس کے منصب سے ہٹایا نہیں جائے گا، کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے اور کسی کاہن کو اس کی کہانت سے بدلا نہ جائے گا [25]۔"

اہلِ نجران کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو امان نامہ لکھ کر دیا تھا اس میں یہ درج تھا:

"نجران اور اس کے حلقہ کے لوگ اللہ کے جوار اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری میں ہیں۔ ان کی جانیں، مذہب، زمینیں، اموال، حاضر و غائب اشخاص اور ان کے گرجا گھروں کی حفاظت کی جائے گی۔ کسی پادری کو اس کے مذہبی مرتبے، کسی راہب کو اس کی رہبانیت اور کسی کاہن کو اس کی کہانت سے ہٹایا نہیں جائے گا [26]۔"

## مذہبی مقدسات اور خلفائے راشدین کا حسن عمل

مختلف ادوار میں گرجے اور کلیسے اسلامی حکومت میں موجود رہے اور اب بھی اسلامی ملکوں میں موجود ہیں۔ کبھی بھی انہیں ادنیٰ گزند تک نہیں پہنچائی گئی بلکہ حکومت نے ان کی حفاظت کی ہے اور غیر مسلموں کو ان میں عبادات کی انجام دہی کے لیے سہولیات فراہم کی ہیں۔ وہ اپنی قدیم عبادت گاہوں کے اندر رہ کر اپنے تمام مذہبی اُمور بجا لا سکتے ہیں، حکومتِ اسلامیہ اس میں دخل دینے کی مجاز نہیں ہے۔

خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غیر مسلموں کے مذہبی معاملات اور ان کی عبادت گاہوں ایسی ہدایات جاری کیں جنہیں تاریخ انسانی میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔آپ کے دور میں جب اسلامی فوج نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حیرہ شہر کا محاصرہ کیا تو شہر کے رئیس نے صلح اور امان کی درخواست کی جسے آپ نے قبول کیا اور صلح و امان نامہ لکھ کر انہیں دیا۔اس امان نامہ کے الفاظ یہ ہیں:

"ان کے چرچ اور کنیسے منہدم نہیں کیے جائیں گے۔کوئی ایسی عمارت نہیں گرائی جائے گی جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے حملہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں۔انہیں ناقوس اور گھنٹیاں بجانے کی ممانعت نہیں ہوگی۔اور انہیں ان کے تہواروں کے موقع پر صلیب نکالنے سے منع نہیں کیا جائے گا[27]۔"

امام ابو یوسف نے لکھا ہے:

"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس صلح و امان نامہ کو برقرار رکھا۔آپ کے بعد حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے اپنے ادوارِ خلافت میں اسے برقرار رکھا[28]۔"

حضرت عمرؓ نے ایلیا کے غیر مسلموں کے مذہبی حقوق کی حفاظت کے لیے ایک امان نامہ تحریر کرایا۔اس امان نامہ میں کہا گیا:

"یہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے اہلِ ایلیا کو دی ہے۔یہ امان جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست و بیمار اور ان کے تمام اہلِ مذہب کے لیے ہے۔نہ ان کے گرجا میں سکونت اختیار کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کے صلیبوں اور ان کے مال میں کمی کی جائے گی، نہ مذہب کے بارے میں ان پر کوئی جبر کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا[29]۔"

حضرت عثمانؓ نے ان تمام معاہدوں کو اسی طرح باقی رکھا جس طرح عہدِ رسالت مآب ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں تھے۔ ایک مرتبہ غیر مسلموں کی شکایت پر آپؓ نے اپنے گورنر ولید بن عتبہؓ کو ایک تادیبی خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"عراق میں مقیم نجران کے باشندوں کے سردار نے آکر میرے پاس شکایت کی ہے اور مجھے وہ شرط دکھائی ہے جو عمرؓ نے ان کے ساتھ طے کی تھی۔میں نے ان کے جزیہ میں سے تیس جوڑوں کی تخفیف کر دی ہے۔انھیں میں نے اللہ تعالی کی راہ میں بخش دیا ہے اور وہ ساری زمین دے دی ہے جو عمرؓ نے انھیں یمنی زمین کے عوض صدقہ کی تھی۔اب تم ان کے ساتھ بھلائی کرو کیوں کہ یہ ایسے لوگ ہیں جنھیں ذمہ حاصل ہے۔عمرؓ نے ان کے لیے جو صحیفہ تیار کیا تھا اسے غور سے دیکھ لو اور اس میں جو کچھ درج ہے وہ پورا کرو[30]۔"

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو بھی مسلمانوں کے شعائرِ مذہبی کے احترام کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ اس بابت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اصولی فرمان یہ ہے:

"جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے ان میں ذمیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ نئی عبادت گاہیں اور کنائس تعمیر کریں، یا ناقوس بجائیں، شرابیں پئیں اور سور پالیں۔ باقی رہے وہ شہر جو عجمیوں کے آباد کیے ہوئے ہیں اور جن کو اللہ نے عربوں کے مسلمانوں کے ہاتھ پر فتحیاب کیا اور انہوں نے مسلمانوں کے حکم پر اطاعت قبول کر لی تو عجم کے لیے وہی حقوق ہیں جو ان کے معاہدے میں طے ہو جائیں اور عرب پر ان کا ادا کرنا لازم ہے[31]۔"

اقلیتوں کے شخصی معاملات بھی ان کی شریعت کے مطابق طے کیے جائیں گے، اسلامی قانون ان پر نافذ نہیں کیا جائے گا۔ جن افعال کی حرمت ان کے مذہب میں بھی ثابت ہے ان سے تو وہ ہر حال میں منع کیے جائیں گے، البتہ جو افعال ان کے ہاں جائز اور اسلام میں ممنوع ہیں انہیں وہ اپنی بستیوں میں آزادی کے ساتھ کر سکیں گے اور خالص اسلامی آبادیوں میں حکومت اسلامیہ کو اختیار ہوگا کہ انہیں آزادی دے یا نہ دے۔ علامہ کاسانی نے اس بابت لکھا ہے:

"جو بستیاں اور مقامات مسلمانوں کے شہروں میں سے نہیں ہیں ان میں ذمیوں کو شراب و خنزیر بیچنے اور صلیب نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا خواہ وہاں مسلمانوں کی کتنی ہی کثیر تعداد آباد ہو۔ البتہ یہ افعال مسلمان آبادی کے شہر میں مکروہ ہیں جہاں جمعہ و عیدین اور حدود قائم کی جاتی ہوں۔ رہا وہ فسق جس کی حرمت کے وہ بھی قائل ہیں، مثلاً زنا اور دوسرے تمام فواحش جو ان کے دین میں بھی حرام ہیں تو اس کے اظہار سے ان کو ہر حال میں روکا جائیگا خواہ مسلمانوں کے شہر میں ہوں یا خود ان کے اپنے شہر میں[32]۔"

## عصر حاضر میں مسلمانوں کے دینی مقدسات کے احترام کی ناگزیریت

مسلمانوں کی عبادت گاہ مسجد ہے۔ قرآن مجید میں مسجد کی اصطلاح کو مسجد حرام، مسجد اقصی اور مسلمانوں کی مطلق عبادت گاہ کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاسراء میں معراجِ مصطفیٰ ﷺ کے ذکر میں فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى[33]

"پاک ہے وہ ذات جس نے ایک رات کے مختصر حصہ میں اپنے عبدِ خاص ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی۔"

نبی کریم ﷺ نے مسجد کو بڑی اہمیت عطا کی۔ مکی زندگی میں مسلمان مسجد حرام سے وابستگی رکھتے تھے لیکن کفار کی شدت پسندی کی وجہ سے وہاں نماز ادا نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ نماز کے لیے انہوں نے مختلف جگہیں بنائی تھیں۔ نماز کو اسلام میں چونکہ بنیادی حیثیت حاصل ہے لہٰذا اس کے لیے مسجد کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ نیز اسلامی ریاست کے نظم اجتماعی کے لیے بھی ایک مرکز کا ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلا

کام تعمیرِ مسجد ہی کا کیا۔آپ ﷺ اور خلفائے راشدین نے مسجد کو نہ صرف عبادت کا مرکز بنایا بلکہ قوم کی سیادت وسیاست اور معاشرت کا بھی مرکز بنایا۔ چنانچہ جس طرح دنیا کی دیگر اقوام کے لیے ان کے معبد خانے بہت اہم ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مسلمانوں کے لیے ان کی مساجد نہایت اہم ہیں۔ لیکن بیسویں صدی کے آخر سے لیکر موجودہ صدی میں اب تک کچھ ایسے واقعات مسلسل رونما ہورہے ہیں جن سے مسلمانوں کے جذبات بری طرح مجروح ہورہے ہیں۔ ذیل سطور میں چند اہم وقعات کو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ کیجیے۔

**بابری مسجد کی شہادت اور بھارتی سپریم کورٹ کا فیصلہ**

بھارت میں انتہاپسند ہندو دہشت گردوں کے ہاتھوں 1992ء میں بابری مسجد کی بہیمانہ شہادت سے پوری دنیا کے مسلمانوں کو شدید مذہبی ٹھیس پہنچائی گئی۔ اس پر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ بھارتی سپریم کورٹ نے 9 نومبر 2019ء کو اسے جائز قرار دے دیا اور اس جگہ مندر کی تعمیر کو جواز فراہم کیا[34]۔

**نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ کی دو مساجد پر حملہ**

نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ کی دو مساجد میں 15 مارچ 2019ء کو نماز جمعہ کے موقع پر پچاس نہتے مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا[35]۔

**برطانیہ کے شہر برمنگھم میں چار مساجد پر حملہ**

برطانیہ کے شہر برمنگھم میں چند انتہاپسندوں نے 21 مارچ 2019ء کو رات کے وقت چار مساجد پر حملہ کر کے کھڑکیوں کے شیشے توڑ دیے اور ان مساجد کی بے حرمتی کی[36]۔

**مقبوضہ جموں وکشمیر کی آئینی حیثیت کا خاتمہ**

پانچ اگست 2019ء کو بھارت نے مقبوضہ جموں وکشمیر کی آئینی حیثیت کو ختم کر کے کرفیو نافذ کر دیا اور تاحال یہ کرفیو نافذ العمل ہے۔ مسلمانوں کی شہادتیں ہورہی ہیں، عصمتیں برباد ہورہی ہیں، بچے یتیم ہورہے ہیں اور مساجد میں داخلے پر پابندی عائد ہے[37]۔

**ناروے میں توہینِ قرآن**

ناروے میں سیان نامی تنظیم کے لیڈر لارش تھورسن نے 22 نومبر 2019ء میں ناروے میں سیان نامی تنظیم کے لیڈر لارش تھورسن نے قرآن مجید کے ایک نسخے کو جلایا اور ایک نسخے کو کوڑے دان میں پھینک دیا تاہم اس پر تاحال کوئی

کاروائی عمل میں نہیں لائی گئی۔اس پر پوری دنیا کے مسلمان سراپا احتجاج ہیں جس کی وجہ سے ناروے کی حکومت نے اس جرم کے مرتکبین کے خلاف قانونی کاروائی کا بیان دیا ہے[38]۔

**بھارت میں مساجد پر حملہ**

بھارتی پارلیمان میں 9 دسمبر 2019 کو شہریت کا متنازعہ ترمیمی بل پیش کیا گیا جسے 11 دسمبر 2019 کو منظور کر کے قانون بنادیا گیا۔اس قانون میں کہا گیا ہے کہ 31 دسمبر 2014ء کے بعد بھارت آنے والے مہاجرین کو بھارتی شہریت نہیں دی جائے گی تاہم ہندو، سکھ، بدھ اور عیسائی مذاہب کے افراد اس قانون سے مستثنیٰ ہوں گے۔اس قانون کا مقصد یہ ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کو قبول نہیں کیا جائے گا[39]۔اس قانون کے نفاذ کے بعد بھارتی مسلمان سراپا احتجاج ہیں۔اس احتجاج کو دبانے کی خاطر ہندو انتہا پسندوں کے مسلمانوں پر حملے روز کا معمول بن چکے ہیں۔ان حملوں کی زد میں مسلمانوں کی مساجد بھی آگئی ہیں۔24 فروری 2020ء کو گوکل پور میں واقع مدرسہ مدینۃ العلوم اور اس سے ملحقہ مسجد کو ہندو انتہا پسندوں نے جلادیا۔25 فروری کو اشوک نگر کی دو مسجدوں مولا نا بخش مسجد اور چاند مسجد کو جلایا گیا۔26 فروری کو مصطفیٰ آباد کی ایک مسجد کو جلایا گیا جس میں قرآن مجید کے نسخے بھی شہید ہو گئے[40]۔

اس تمام تر صورت حال کے باوجود دنیا کا مسلمانوں کو دہشت گرد کہنا اور ان سے بین المذاہب رواداری کا مطالبہ کرنا نہایت مضحکہ خیز ہے۔جس طرح مسلمان غیر مسلموں کے مذہبی مقامات وشعائر کا احترام کرتے ہیں اسی طرح غیر مسلموں کو بھی احترام کرنا چاہیے تاکہ دنیا کو پرامن وپر سکون بنایا جاسکے۔

**خلاصہ بحث**

طاقت کا توازن برقرار رکھنے میں ہی تمام بنی نوع انسان کا بھلا ہے۔اگر قوت وطاقت ایک قوم کے ہاتھ میں دے دی جائے تو دنیا کے امن وسلامتی کا جنازہ نکل جائے۔طاقتور ہاتھ کمزور اور بے بس قوموں پر بے دریغ ظلم ڈھاتا رہے گا۔اور اسے کوئی ٹوکنے والا بھی نہیں ہوگا۔ان کے شہر اور بستیاں کھنڈر بنادیئے جائیں گے۔ان کے باغ اور کھیت اجاڑ دیئے جائیں گے۔ان کی عصمتیں اور آبروئیں پامال کی جاتی رہیں گی اور کوئی اف تک نہ کر سکے گا۔صرف یہی نہیں بلکہ لوگوں کے مذہبی عبادت خانے جو ان کی عقیدت اور محبت کا مرکز ہیں ان کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی جائیگی اور کوئی دم نہیں مار سکے گا۔اس لیے حکمت خداوندی کو یہ گوارا نہیں کہ صرف ایک قوم کو دنیا بھر کی زمام اقتدار سونپ دی جائے بلکہ قدرت ہمیشہ طاقت کا توازن برقرار رکھنے کا اہتمام فرماتی رہی ہے اور فرمارہی ہے اگر مسلمانوں پر اب بھی خاموشی سے مظالم برداشت

کرنے کی پابندی عائد رہے اور انہیں کفر کی للکار کا جواب دینے کی اجازت نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ طاقت کا توازن بگڑ جائے گا۔ کفر کی طاغوتی قوتیں حق کا نام و نشان بھی نہ چھوڑیں گی اس لیے مظلوم مسلمانوں کو اپنے دفاع کی اجازت دینا زبانی سیاست کے عالمی اصول کے عین مطابق ہے تاکہ وہ اپنے تحفظ کے ساتھ اسلام کے پرچم کو بھی بلند رکھیں تاکہ اس کے سایہ عاطفت میں جتنی قومیں بھی پناہ لیں سب کی جان، مال اور آبرو اور ان کے مذہبی عبادت خانوں کا تحفظ کیا جا سکے۔

## نتائج و سفارشات

قرآن و سنت کی تعلیمات امن و سلامتی پر مبنی ہیں۔ اسلام تمام انسانوں کو مذہب کے انتخاب کا مکمل حق دیتا ہے۔ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا انسان اسلام کی نظر میں بحیثیت انسان محترم ہے۔ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے، مذہبی رسومات ادا کرنے، مذہبی تہوار منانے، اپنے عبادت خانے کی حفاظت کرنے اور اپنی ثقافت کے مطابق زندگی گذارنے میں ہر طرح آزاد ہے۔ اسلامی معاشرہ اور ریاست اسے یہ تمام سہولیات مہیا کرے گی۔ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین نے غیر مسلموں کی مذہبی مقدسات کی تکریم کا اسوہ امت کے لیے قائم کیا ہے اور اس پر آج تک مسلم معاشرے اور ریاستیں عمل پیرا ہیں۔ نبی کریم ﷺ ، خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور فقہائے امت نے غیر مسلموں کے مذہبی شعائر اور مقدس مقامات کو میثاق، معاہدوں اور امان ناموں کے ذریعے حفاظت عطا کی اور اس معاملہ میں بنیادی اصول وضع کیے جن کی پاسداری آج تک مسلمان معاشرے اور ریاستیں کر رہی ہیں۔ موجودہ دور کے کئی غیر مسلم ممالک میں نہ مسلمانوں کی جانیں محفوظ ہیں، نہ عزتیں اور نہ ہی ان کے اسلامی شعائر۔ چنانچہ ان ممالک اور اقوام پر لازم ہے کہ وہ اپنے رویوں میں تبدیلی لائیں اور مسلمانوں کے ساتھ ویسا ہی حسن سلوک کریں جیسا مسلمان ریاستوں میں غیر مسلموں کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے اور آج بھی کیا جاتا ہے۔

## حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ ھود 11 : 118-119

2 سید مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن (لاہور: الاصلاح فاؤنڈیشن، 1999ء) 2: 373- 374

3 سورۃ الانعام 6 : 107

4 ابوالکلام آزاد، محی الدین احمد، تفسیر ترجمان القرآن (لاہور: اسلامی اکادمی، 1996ء) 1: 462

5 سورۃ البقرہ 2: 256

6 تھانوی، اشرف علی، تفسیر بیان القرآن (کراچی: میر محمد کتب خانہ، 1399ھ) 1: 152

7 الازہری، پیر محمد کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1402ھ) 1: 179

8 سورۃ الانعام 6: 109

9 تفسیر تفہیم القرآن 2: 103

10 سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن (لاہور: فرید بک سٹال، 2005ء) 3: 625

11 سورۃ الرعد 13: 32

12 سورۃ الکہف 18: 106

13 سورۃ المسد 111: 1-3

14 ابن تیمیہ، ابو العباس احمد، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، مترجم: غلام احمد حریری (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 2011ء) ص: 93

15 نفس مصدر: 419

16 ہفت روزہ فیملی میگزین، 5 مارچ 2006ء

17 نوائے وقت، یکم ستمبر 2018ء

18 روزنامہ جنگ، 27 اکتوبر 2018ء

19 سورۃ الحج 22: 40

20 تفسیر ضیاء القرآن 3: 219-220

21 جوزی، محمد بن قیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد (بیروت: دار صادر، 1406ھ) 3: 127

22 ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویہ (بیروت: دار الفکر، 2006ء) 3: 733

23 مصر میں ایک مثلث نما جزیرہ سینا ہے جس کے شمال میں بحیرہ روم اور جنوب میں بحیرہ احمر ہے۔ کوہِ سینا کے مقام پر 365ء میں ایک چرچ قائم کیا گیا۔ 565ء میں اس چرچ کے گرد بہت بڑی خانقاہ تعمیر کی گئی جس کا نام سنیٹ کیتھرائن رکھا گیا۔ اس خانقاہ میں وہ درخت موجود ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔

24 جاوید چودھری، روزنامہ ایکسپریس، 3 فروری 2019ء، رسول اللہ ﷺ کا عہد نامہ سینٹ کیتھرائن

25 ابن سعد، محمد، الطبقات الکبری (بیروت: دار صادر، 1406ھ) 2: 43

26 نفس مصدر 1: 228

27 طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1401ھ) 2: 246

28 ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج (بیروت: دار لمعرفہ، 1980ء) ص: 145

29 تاریخ الامم والملوک 2: 449

30 کتاب الخراج: 276

31 ابن قدامہ، موفق الدین عبد اللہ بن احمد، المغنی (بیروت: دار الفکر، 1405ھ) 9: 283

32 کاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع (بیروت: دار الکتب الاسلامی، 1411ھ) 7: 113

33 سورۃ الاسراء 17: 1

34 روزنامہ جنگ، 10 نومبر 2019ء

35 https://www.bbc.com/urdu/world-16-03-2019

36 https://www.humnews.pk/latest/22-303-2019

37 روزنامہ نوائے وقت، 8 اگست 2019ء

38 روزنامہ ایکسپریس، 22 نومبر 2019ء

39 روزنامہ نوائے وقت، 12 دسمبر 2020ء

40 https://www.huffingtonpost.in/entry/delhi-riots-burnt-mosques - accessed on 18-03-2020